www.novelsclubb.com
لاتخاف
arts
از قلم فاطمہ فرحین
Follow us!
Insta:@novelsclubb
FB: Novelsclubb
YouTube:@readwithlaiba

اگر آپ میں لکھنے کی صلاحیت ہے اور آپ اپنا لکھا ہوا دنیا تک پہنچانا چاہتے ہیں، مگر آپ کے پاس کوئی ذریعہ نہیں ہے۔۔تو ہم سے رابطہ کریں۔

ہماری ٹیم آپ کو قدم قدم پر رہنمائی فراہم کرے گی اور آپ کی لکھی ہوئی تحریر دنیا تک لائے گی۔

آپ اپنا لکھا ہوا ناول،افسانہ،شاعری، ناولٹ،کالم یا آرٹیکل پوسٹ کروانا چاہتے ہیں تو اپنا مسودہ ہمیں ورڈ فائل یا ٹیکسٹ فارم میں میل کریں

novelsclubb@gmail.com

آپ ہمارے فیس بک،انسٹا پیج اور واٹس ایپ کے ذریعے بھی ہم سے رابطہ کر سکتے ہیں۔

FB PAGE:

NOVELSCLUBB

INSTA:

NOVELSCLUBB

WHATSAPP:

03257121842

لاتخاف

از قلم

فاطمہ فرحین

www.novelsclubb.com

شب کی تاریکی سکوت سمیت جنگل کے اس خطے میں چھائی تھی جب سوات کے علاقے اوشو فورسٹ میں لمبے درختوں کو برف نے گھیرا ہوا تھا۔درختوں نے اپنے قریب بھاری بوٹس کی آواز کو محسوس کیا۔ان کی شاخوں نے ہلکی جنبش کرنی چاہی پر وہ بے سدھ کھڑے تھے۔برف پہ پڑی بے جان سی زندگی سے خون بہہ رہا تھا۔ اس یخ بستہ ٹھنڈ میں وہ قطرہ قطرہ گرم خون درخت کی جڑوں تک پہنچ رہا تھا۔اس رات قدرت کی ہر شے نے ایک اور ظلم پر ہونکا بھرا اور حق کی آواز آسمانوں میں گردش کرتی دم توڑنے لگی۔

----

www.novelsclubb.com

گزشتہ

آفتاب کی چمک پانچویں منزل پر بنے عالیشان چیمبر میں کھڑکی کے پردوں کو چیرتی ہوئی آرہی تھی۔نحل سربراہی کرسی پر بیٹھی اپنی بھوری پلکوں کو بار بار جھپکتی اکتاہٹ سے اپنے سامنے بیٹھی لڑکی کو دیکھ رہی تھی۔

اس نے نظریں اپنے چیمبر میں ادھر ادھر دوڑائیں۔وہ چھوٹا مگر سفید انٹیریئر کا بنا ہوا آفس نہایت نفیس لگ رہا تھا۔اس آفس کے ایک طرف کھڑکی تھی اور اس کے بالکل سامنے دوسری طرف سفید رنگ کا بک شیلف تھا جس پر قانون کی کتابیں سلیقے سے پڑی ہوئی تھیں۔

اس کی نگاہیں دوبارہ لڑکی پر ٹکی جو مسلسل روئے چلے جا رہی تھی۔اس نے میز پہ پڑا ٹشو اسکی جانب بڑھایا پر دل ہی دل میں اس کو کوفت ہونے لگی تھی۔

"یہ عورتیں اتنا روتی کیوں ہے؟"

اس کا ذہن الجھا

"نحل بی بی آپ کو کیا پتہ زمانے کے کتنے ظلم سہے ہوتے ہیں عورتوں نے" نحل کے ضمیر نے اسے یاد دہانی کروائی۔ جس پر دماغ اور ضمیر کی جنگ جاری ہو گئی۔

"مظلوم ہونے کا یہ مطلب نہیں ہوتا کہ ہر وقت روتے چلے جاو۔" اور تبھی اس کے کانوں میں دوبارہ ماہین کی رندھی آواز ٹکرائی۔وہ کہہ رہی تھی

"کچھ ایسا ہو سکتا ہے کہ اس کو قید بھی ہو جائے اور مجھے عدالت بھی نہ آنا پڑے؟"

ماہین نے نحل سے سوال کیا۔

اف یہ عورتیں اتنی معصوم اور ڈرپوک کیوں ہوتی ہیں؟ نحل کے زہن نے پھر شور کیا۔پر اس نے زبان سے یہ نہیں کہا۔

"دیکھیں حق کی جنگیں یوں نہیں لڑی جاتیں۔ایک طرف آپ کہہ رہی ہیں کہ آپ کو انصاف چاہیے دوسری طرف آپ کہہ رہی ہیں کہ آپ کو کوئی قدم تک نہیں اٹھانا۔دیکھیں میں وکیل ضرور ہوں پر انسان کو اپنی جنگیں خود لڑنی پڑتی ہیں کوئی آکر آپ کے لیے بلاوجہ نہیں لڑیں گا۔لوگ چار دن آپ پر ترس کھالیں گے آپ کے لیے آواز بھی اٹھالیں گے پر یاد رکھئے گا مس ماہین لوگ مخلص وہی ہوتے ہیں جو آپ کو لڑنا سکھادیں نہ کہ آپ کو اپنا محتاج بنا کر آپ کے کام کرنے بیٹھ جائیں"۔

اف نحل بے چاری رو رہی تھی اور تم نے اسے اتنا لمبا لیکچر دے دیا۔

تم، تم چپ کرو۔اس نے ضمیر کو ٹوکا۔

صبح کا سورج کب کا ڈھل گیا تھا اور رات ہر سو پھیل گئی تھی۔رات کی رانی کی خوشبو گھر میں دھیمے دھیمے داخل ہو رہی تھی جب نحل کھانے کی میز پر بیٹھی بہت دلچسپی سے کھانا کھا رہی تھی۔بھاری آواز نے نحل کا دھیان اپنی طرف مبزول کروایا۔

"آج کل کیا چل رہا ہے وکیل صاحبہ؟" نحل کے والد نے مسکراتے ہوئے اس سے پوچھا۔اس کی والدہ کا دھیان بھی گفتگو کی طرف مبزول ہوا۔

"کچھ خاص نہیں بابا۔"

"تو میری بیٹی کچھ عام ہی بتا دو ہم وہی سن لیں گے۔" وہ اپنی بیگم کے برعکس بہت خوش مزاج تھے اور ایک وہی تھے جن کی وجہ سے وہ آج سینیر وکیل تھی ورنہ اس کی والدہ اس چیز کو آج کے دن تک سخت ناپسند کرتی تھیں۔

"کچھ نہیں ابا۔۔۔بس آج کل ایک نیا کیس آیا ہے عالیان خانزادہ کے خلاف

www.novelsclubb.com

جس کے والد کراچی ٹیکسٹائل کمپنی کے مالک ہیں نا۔اس کے باپ کو دیکھ کر یقین نہیں آتا کہ اس قدر بگڑی اولاد"

وہیں ساتھ بیٹھی شائستہ بیگم بے چینی سے بولیں۔

"وہ لوگ تو بڑے اثر ورسوخ والے ہیں اور بڑا نام ہے ان کا۔تم کیا اب ملک کے ایسے لوگوں سے لڑنے بیٹھ جاو گی؟"امی کھانا چھوڑ کر بیچینی سے بولیں۔

"امی آپ بھی نا۔۔۔۔تو پھر میں وکالت کر ہی کیوں رہی ہوا گر مجھے یہی سوچنا ہے کہ سامنے والا مجھ سے زیادہ طاقتور ہے۔

"بیٹا پر۔۔۔وہ ابھی بول ہی رہی تھیں۔"حماد صاحب ان کی بات کاٹتے بول پڑے۔

بیٹا پر کیس کیا ہے؟

"وہ ابو بس زیادتی کا کیس ہے۔"اس نے بہت محتاط انداز میں بولا۔

"دیکھے میں آپ کو بتا رہی ہوں یہ اس کی وکالت کسی دن میرے وقت سے پہلے

گزر جانے کا سبب بنے گی۔" امی نے بے بسی سے کہا۔

"اف امی۔" اس نے بھرپور ہونکا بھرا اور میز سے اٹھ پڑی پر جاتے جاتے اپنی کھانے کی پلیٹ لے جانا نہیں بھولی تھی۔

کیونکہ یہ اس کے ہر کیس سے پہلے کی کہانی ہوتی تھی۔ اب روز روز تو وہ کھانا نہیں چھوڑ سکتی تھی۔

نیا دن نئی صبح تھی اور وہ کورٹ جانے کے لیے بھرپور تیار تھی۔ اس نے سنگھار میز میں آخری نگاہ ڈال کر خود کو دیکھا۔ وہ ہمیشہ کی طرح پرکشش لگ رہی تھی۔ اس نے ہلکا سا میک اپ کیا تھا۔ کندھوں تک آتے سیاہ بال کھلے چھوڑے تھے۔ سفید شلوار قمیض پر اس نے سیاہ کوٹ پہن رکھا تھا۔ اب وہ اپنا ضروری سامان جو کہ ڈھیر ساری فائلز تھیں اور موبائل پکڑے وہ باہر آئی۔ اور سامنے شائستہ بیگم اور حماد صاحب بیٹھے ناشتہ کر رہے تھے۔

www.novelsclubb.com

اس نے جلدی میں دودھ کا گلاس پیا اس سے پہلے کے اسے خالی پیٹ گھر سے نکلنے پر مختلف القابات سے نوازا جاتا۔اور ساتھ ہی امی کے ساتھ لپٹ گئی۔

"مانا کہ آپ کو میری وکالت نہیں پسند پر مجھے پتا ہے آج تک آپ کی ہی دعاوں سے میں نے سارے کیس جیتے ہیں تو آج بھی میرے لیے ڈھیروں دعائیں کر دیجیے گا۔"

"ہاں ہاں دعاوں کے لیے ہی تو ہوتی ہیں مائیں۔"امی نے استفسار کیا

نحل نے شائستہ بیگم کے ماتھے پر پیار سے بوسہ دیا اور وہ دونوں کو اللہ حافظ کہتی باہر نکل گئی۔

www.novelsclubb.com

پشاور کی سڑکوں پر روزمرہ کی آمدورفت جاری تھی۔ہلکی دھوپ بادلوں سے چھنتی ہوئی آرہی تھی۔کبھی ٹھنڈی ہواوں سے موسم سرد ہو جاتا تو کبھی دھوپ نکل آتی۔پشاور ہائی کورٹ کے باہر معمول کی گھما گھمی تھی۔نحل سنجیدہ چہرہ لیے

پشاور ہائی کورٹ کے مرکزی دروازے سے نکل رہی تھی۔وہ اپنے ساتھ چلتی لڑکی کے ساتھ گفتگو میں مصروف تھی۔ صبح کا خوشگوار موڈ اب شام ہو چکا تھا۔

"سماعت کیسی رہی تمہاری؟"لاریب نے عام سے انداز میں پوچھا۔

"آہ۔۔۔عجیب سی۔۔۔ایسے لگ رہا تھا جیسے پوری سماعت میں صرف میں جاگ رہی ہوں اور باقی سب سو رہیں ہوں۔اور سب سے گیا گزرا تو جج تھا۔"

"آہستہ بولو۔۔۔ورنہ ابھی آرٹیکل 204 میں تم اندر ہوئی ہو گی۔"لاریب نے ڈر کر کہا اور نحل کو اس کی بات پر مزید غصہ آگیا۔

"کیوں بولو آہستہ؟جو بندہ آتا ہے آواز دبانے لگ جاتا ہے۔

وہ بہت چالاک لوگ ہیں۔انھوں نے اچھا وکیل کرنے کی بجائے سیدھا سیدھا جج ہی خرید لیا۔"

"یار گھر والے صحیح کہتے تھے وکالت میں کچھ نہیں رکھا۔"لاریب نے افسردگی سے کہا۔

"یہ بات نہیں ہے۔ نحل کے تاثرات پل بھر میں کسی شیرنی کی طرح ہو گئے تھے۔

یہ وکالت صحافت اور یہ بڑے بڑے عہدے جو ہوتے ہیں یہ بڑے ظرف کے لوگوں کا کام ہوتا ہے۔ جب بھوکے ننگے اور کم ظرف لوگ ان کرسیوں پر بیٹھتے ہیں تو وہ اپنی چھوٹی سوچ کے تحت صرف اپنا سوچتے ہیں۔"

"یہ سارا سسٹم خراب ہے۔"لاریب نے ان باتوں میں مزید اضافہ کیا۔

"سسٹم خراب ہے تو کوئی بات نہیں۔ ہم بھی اسی سسٹم کا حصہ ہیں ہم میں بھی بہت سی خرابیاں ہے۔اور میرا ماننا ہے ان خرابیوں کو ٹھیک وقت اور ٹھیک جگہ پر استعمال کرنا جائز ہے۔ یہ معاملات شریف اور معصوم لوگوں کے سنبھالنے والے نہیں ہیں ان مافیا کے لوگوں سے لڑنے کے لیے سوچ بھی مافیا جیسے ہونی چاہیے ورنہ یہ لوگ ہمیں چیونٹی سمجھ کر پیروں میں روند دیں"

"اچھا چھوڑو یہ بتاو کہ اگلی سماعت کب ہے؟"لاریب نے موضوع بدلنے کی کوشش کی تھی۔

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

"مہینے بعد یہ وہی اولڈ فیشن حرکتیں کریں گے۔ تاریخ پہ تاریخ دیں گے اور کیس ویسے ہی فوت ہو جائے گا۔" نحل نے لمبا سانس بھرا۔

وہ سماعت کے بعد اپنے چیمبر میں موجود تھی جب ماہین کو آتا دیکھ کر اس نے پہلو بدلا اور زیر لب اکتا کر کہا

"ابھی نہیں یار۔"

نحل نے لمبا سانس لیا۔

"آیئے ماہین بیٹھیں۔" نحل نے دل پہ پتھر رکھ کر اسے بیٹھنے کی پیشکش کی۔

ماہین بڑی چادر لپیٹے ہوئے تھی۔ نحل نے اس کی روتی آنکھوں کے سوا کچھ نہیں دیکھا تھا۔

"وکیل صاحبہ۔۔۔آج تو عدالت میں کچھ نہیں ہوا۔"

صبر نحل صبر۔۔۔ نحل نے خود کو سمجھایا پر وہ ایسی ہی تھی دو ٹوک بات کہنے والی۔

"کیا آپ پاکستانی نہیں ہیں؟"

"جی؟ میں۔۔۔۔پاکستانی ہوں۔" ماہین نے حیرانی سے جواب دیا

"آہ نحل چپ کر جاو بے چاری چار دیواری میں رہنے والی معصوم عورت ہے۔ جنہیں تھوڑا بہت پڑھا کر گھر داری سکھادی جاتی ہے۔اور جن کو بچپن سے سکھایا جاتا ہے کہ عورتوں کے منہ میں زبان نہیں ہوتی۔" ضمیر نے اسے سمجھانے کی کوشش کی۔

"ہاں تبھی پھر ساری عمر زیادتی کا نشانہ بنی رہتی ہیں۔ان کو نہ لڑنا آتا ہے نہ بولنا۔ تبھی آج ملک اس حال پر ہے اور امت مسلمہ بھی۔ ہمیں تمام دین سکھایا جاتا ہے پر جہاں عورت کو مضبوط کرنے اسکے کردار کو نکھارنے کی باری آتی ہے سب چپ سادھ لیتے ہیں۔ کیونکہ ہمارے معاشرے کو بولتی عورت اچھی نہیں لگتی۔" ذہن نے ضمیر کو جواب دیا۔

نحل نے زبان دانتوں میں دبالی۔

"دیکھیں وکیل صاحبہ۔۔۔۔مجھے ان لوگوں سے بچالیں۔۔۔۔۔میرے پاس میری جان کے سوا کچھ نہیں بچا۔"

اس نے روتے ہوئے نحل کے آگے ہاتھ جوڑے۔

اب جیسے نحل بے بس ہوگئی تھی۔

"لڑکی اگر اس معاشرے میں خود کو اتنا کمزور کر کے رکھو گی تو کچھ پلے نہیں بچے گا۔" نحل نے جیسے اس پر ترس کھا کر اسے کچھ عقل دینی چاہی تھی۔

"ویسے بھی کیا ہی بچا ہے؟ عزت چلی جائے تو پیچھے موت رہ جاتی ہے بس۔"

ایک لمحے کے لیے نحل کو لگا کہ اس کا دماغ بھک سے رہ گیا۔وہ اسے شیرنی نگاہوں سے گھور رہی تھی۔

"عزت؟۔۔۔۔۔کیا کہا ہے آپ نے۔۔۔۔۔عزت؟ اچھا کیسے گئی ہے آپ کی عزت ذرا مجھے بھی بتائیں۔" نحل نے سنجیدگی سے اسے پوچھا۔

ماہین شدید الجھ گئی تھی جیسے اسے سمجھ نہیں آرہا تھا کیا کہے

"جب آپ غیر مردوں کے ہاتھوں رسوا ہو جائے تو عزت تو نہیں بچتی۔" ماہین کی آنکھوں سے آنسو پھر سے روانہ ہوئے۔

"محترمہ یہ صرف کہنے کی باتیں نہیں ہوتیں کہ عزت ذلت اللہ دیتا ہے اس بات پر کامل یقین بھی رکھنا پڑتا ہے ورنہ یہ ڈگمگاتے قدم آپ کو اس سے بھی بدتر کھائی میں گرادے گے جس کا آپ نے تصور نہیں کیا۔ آپ کو پتہ ہے پہلے زمانے کی اور آج کے زمانے کی عورت میں کیا فرق ہے؟ آج کے زمانے کی عورت بزدل ہے بہت ماڈرن ظاہر کرتی ہیں خود کو پر بہت ہی ڈرپوک اور کمزور کردار کی حامل عورتیں ہیں۔ نہ لڑنا جانتی ہیں نہ بولنا۔ اس سے درجے بہتر پہلے کی باپردہ اور باحیا عورتیں تھیں۔ وہ اپنا حق لینا جانتی تھیں اور اب یہ مت کہیے گا پلیز کے پہلے ایسے مرد نہیں تھے؟ پہلے تو ایسے بھی مرد تھے جو بیٹیوں کو زندہ دفنا دیتے تھے تو آپ کا کیا خیال ہے تب کم شر تھا؟ افسوس۔" نحل نے غصہ دباتے ہوئے اسے معقول لفظوں سے سمجھانا چاہا۔

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

ماہین نے پھٹی پھٹی نگاہوں سے نحل کو دیکھا اور میکانکی انداز میں بس اتنا کہا

"جس پہ گزرتی ہے وہی جانتا ہے۔"

آفتاب غروب ہونے سے پہلے اپنی کچھ کرنیں زمین والوں کے لیے بکھیر رہا تھا۔ پرندے اپنی بولی بولتے دن کو الوداع کہہ کر اپنے گھونسلوں کی طرف اڑان بڑھ رہے تھے۔ پشاور کے وسیع و عریض جامع مسجد کے نیلے آسمان سے پرندوں کا غول گزر رہا تھا۔ مسجد کے کشادہ ہنس رنگ کے صحن کو نحل پار کرتی ہوئی چہرا اوپر کو اٹھائے پرندوں کو دیکھ کر مسکرا رہی تھی اور مسجد کے اندرونی حصے میں داخل ہوئی۔ یہ اس کے آفس سے کافی دور تھی پر پھر بھی وہ اکثر یہاں آیا کرتی تھی۔ ایک سکون تھا جو اس کو سارے دن کی خبط کے بعد یہاں آکر ملتا تھا۔ ایک حصہ مردوں کے لیے تھا اور ایک عورتوں کا پر دونوں جگہوں کا داخلہ مسجد کے مرکزی حصے میں علیحدہ تھا۔ لوگوں کی گہما گہمی تھی اور مسجد کو روشنیوں سے پر نور کر دیا گیا تھا جس سے

مسجد مزید خوبصورت لگنے لگی تھی۔

نحل نماز پڑھ کے وہیں بیٹھ گئی تھی۔

اللہ۔۔۔اس نے دل میں پکارا۔وہ دعا کے لیے ہاتھ نہیں کھڑے کرتی تھی بس یونہی دل ہی دل میں سب مانگ لیتی تھی۔

اللہ تعالیٰ۔۔۔۔میں بہت کمزور ہوں۔۔۔۔ہاں میں بہت کمزور ہوں۔۔۔۔

یااللہ میرے قدم جمائے رکھنا۔۔۔۔مجھے مضبوط رکھنا۔۔۔۔یااللہ دیکھیں نا میں صرف آپ کے سامنے کمزور ہوں اس لیے مجھے کسی اور کے سامنے کمزور مت کیجیے گا نہ کسی کے آگے جھکنے دیجئے گا مجھے اپنے خزانوں سے ایک خزانہ دے دیں مجھے غنی کر دیں۔

وہ جب مسجد سے باہر نکلی تو اندھیرا ہو چکا تھا۔وہ مسجد کے مرکزی دروازے سے نکلتی سڑک پر آگے بڑھتی اپنی گاڑی کی طرف جا رہی تھی۔چابی سے گاڑی کھولتی آگے بڑھ رہی تھی جب کوٹ میں پڑا اس کا فون تھرتھرایا۔اس نے فون کان سے

لگایا۔

ہاں اسفند بولو کیا بات ہے؟

کال پر اس کا اسسٹنٹ تھا۔

میم آپ جلدی سے آفس آجائیں ایک بہت بڑا مسئلہ ہو گیا ہے۔نیب ہمارا آفس سیل کر رہی ہے۔

اور نحل کو جیسے ساری آوازیں آنی بند ہو گئیں تھیں۔

تمام راستے وہ یہی سوچتی رہی تھی کہ نیب نے ایسا کیوں کیا ہے اور اگر کیا بھی ہے تو اس سے پہلے کی کوئی وارننگ کیوں نہیں ملی۔ہو سکتا ہے بلڈ نگ میں کوئی جھگڑا ہوا ہو جس کی وجہ سے مختلف آفس بند کر دیے گئے ہو پر نہیں۔کوئی بات بھی ٹھیک دلیل نہیں دے رہی تھی۔

پشاور کی راتیں ٹھنڈی اور ویران تھیں جب وہ بیسمنٹ میں گاڑی پارک کرتی اتر

رہی تھی۔ ٹھنڈ سے اسکی ناک لال پڑ رہی تھی پر اس کے چہرے پر پریشانی صاف نمایاں تھی۔ وہ لفٹ میں داخل ہوئی۔ اس نے گہرے سانس لیے اور گھڑی کو دیکھا جو اس وقت رات کے نو بجا رہی تھی۔ وہ مطلوبہ فلور پر پہنچی۔ پوری بلڈنگ نیم اندھیرے میں ڈوبی تھی۔ وہ اپنی عادت کے مطابق چل رہی تھی اور ساتھ فون پہ موصول میسجز دیکھ رہی تھی جہاں نیب سے منسلک کوئی خبر اسے موصول نہیں ہوئی تھی۔ وہ راہداری سے گزرتی اپنے آفس کے قریب ہی تھی جب اسے لگا کہ کچھ تھا جو ٹھیک نہیں تھا نہ یہاں نیب موجود تھی اور نہ ہی اسسٹنٹ۔ اس نے پلٹ کر چاروں اور دیکھا پر کوئی نہیں تھا۔ آج بلڈنگ میں غیر معمولی ویرانی تھی۔ اس کا دل لمحے کے لیے ڈرا تھا۔ پھر جیسے اس نے خود کو سمجھایا اور آفس کی اور قدم اٹھایا۔ اور تبھی اسے لگا کسی نے اس کی گردن پر بہت زور سے کچھ چبویا ہے۔ پل بھر میں اس کی زندگی سلو موشن میں چلنے لگ پڑی۔ آفس اس کی نظروں کے سامنے چکرا رہا تھا۔ اس کے پاوں لڑکھڑائے۔ اسے گرنے سے پہلے آخری آواز اپنی ہیل اور

بھاری بوٹس کی سنائی دی تھی۔اسکی بند ہوتی آنکھوں نے تین چار دھندلاتے

چہرے دیکھے اور اس میں سے اس ایک چہرے کو وہ شاید جانتی تھی پر اس کا دماغ

غنودگی میں کھونے لگا تھا۔اس کے ہونٹوں نے جنبش کرنی چاہی پر وہ بے ہوش

ہوتی چلی گئی۔

موجودہ

یخ بستہ ٹھنڈ اور برفباری نے پورے سوات کو برف پوش کر دیا تھا اس کے ساتھ ہی

ساتھ معمولی آمدورفت نہ ہونے کے برابر تھی اور شب میں سوات کی سڑکوں پر

صرف جنگلی جانوروں کی آوازیں گونج رہیں تھیں۔ جس وقت چند ہیولے اوشو

فورسٹ کے گلیوں سے گزرتے۔آسمان سے گرتی برف سے بے نیاز اپنے

کندھوں پر بے جان زندگی کو درختوں کے بیچ و بیچ زمین پر برف میں دفن ہونے

کے لیے چھوڑ کے جا رہے تھے۔

www.novelsclubb.com

اس جان کا پور پور چھلنی تھا۔ جسم پہ جگہ جگہ ہوس کے داغ تھے۔ بدن لہولہان تھا۔ وہ نیم بے ہوشی میں کراہ رہی تھی۔ برف کا ہر گولا اس کی موت کا پروانہ تھا۔ وہ اپنی آخری سانسوں سمیت خود کو برف میں دفن ہوتا محسوس کر رہی تھی۔ نحل خود کو مرتا دیکھ رہی تھی۔

عالیان اپنی آرامگاہ میں بیٹھا میز پر ٹانگیں جمائے فون پر بات کر رہا تھا

"کام ہو گیا؟" بھاری آواز بند کمرے کی دروازوں سے ٹکرا رہی تھی۔ اس نے سگار لبوں سے لگایا۔ ہر طرف دھواں پھیل گیا تھا۔

"جی سر کام ہو گیا ہے۔" اس کے فون سے آواز چیرتی ہوئی آ رہی تھی۔

"وہ زندہ نہیں بچنی چاہیے۔" اس نے محض یہی کہہ کر فون رکھ دیا۔

اس کے چہرے سے شیطانیت ٹپک رہی تھی۔ وہ فون پر ٹائپ کر رہا تھا۔

"کیس کلوزڈ"

www.novelsclubb.com

اور اس کے مغرور چہرے پر فاتحانہ مسکراہٹ بکھر گئی۔

شب کی تاریکی صبح کی روشنی سے زائل ہونے لگی تھی پر بادلوں کی سیاہی جوں کی توں تھی جس سے برف زمین کے گوشے گوشے پر گر رہی تھی۔ سردی اپنے زور پر تھی جب بھاری جوتوں کی آواز اس کی سماعتوں کو محسوس ہوئی۔ اسے لگا وہ دیوانہ وار برف سے ڈھکے درختوں کے بیچ اپنے قدموں کے نشان پیچھے چھوڑے بھاگ رہی تھی۔ وہ بار بار پلٹ کر دیکھتی اس کے قریب کوئی نہ تھا۔ اس کا ذہن ایک ہی بات دہرا رہا تھا۔ جس پہ گزرتی ہے وہی جانتا ہے۔ پر وہ دوڑتی چلی جا رہی تھی

جس پہ گزرتی ہے۔۔۔۔۔۔

اس کی آنکھیں دھندلا رہیں تھیں پر اسے بھاگنا تھا اپنے ارد گرد کے خوف و حراس سے۔ پر دیر پا بھاگنے کے بعد نحل کو احساس ہوا کہ وہ محفوظ ہے۔ کوئی نہیں ہے اس کے پیچھے پر اس نے پلٹ کر یقین دہانی چاہی جیسے ہی وہ پلٹی ایک بھاری بھر کم وجود

اس کے سامنے کھڑا تھا۔اور اس کا سانس جیسے اچک لیا گیا تھا اور جسم موت کی آغوش میں تھا تبھی۔۔۔۔۔۔ تبھی

اسکی آنکھیں کھلی وہ ایک بھیانک خواب دیکھ کر سوئی تھی اور دوسرے بھیانک خواب نے اسے جگایا تھا اور دونوں حقیقت سے منسلک تھے۔

وہ بت بنی بیٹھی تھی۔دن،تاریخ،جگہ ہر چیز سے وہ بیگانہ تھی اس کا ذہن ماوف تھا۔

اس کے حواس ابھی کام نہیں کر رہے تھے۔پر ذہن ایک ہی بات دہرا رہا تھا۔

"جس پہ گزرتی ہے وہی جانتا ہے۔"

اور نحل اپنی یاداشت میں محفوظ آخری لمحات کو یاد کرنے کی کوشش کرنے لگی۔

مسجد۔۔۔۔وہ مسجد گئی تھی۔۔۔۔وہاں۔۔۔کال۔۔۔۔۔آفس۔۔۔۔۔اور

اچانک اس کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئی تھی۔۔۔۔۔اس کے پورے وجود میں خوف اور غم کی لہر دوڑ گئی۔اسے کچھ ایسا یاد آیا تھا جس نے اس کے پورے بدن میں کرواہٹ اور تکلیف گھول دی تھی۔

عالیان۔۔۔عالیان۔۔۔اس کا تنفس پھولنے لگا تھا۔۔۔۔وہ اپنا سر پکڑے اسی زمین پر بیٹھی چلانے لگی تھی۔

ایک ماہ بعد

چاند گہرے سیاہ بادلوں کی اوٹ میں چھپا تھا۔پشاور میں بارش سے موسم جل تھل تھا۔سڑکوں پر اکا دکا لوگ تھے جو آج کے دن کے اختتام کی جانب رواں تھے۔ جب اظہر شیرازی پشاور کے پوش علاقے کے عالیشان ہوٹل میں داخل ہو رہے تھے۔ہوٹل کے لوگ ان کی آو بھگت کے لیے بار بار آتے۔ان کے ساتھ ایک حسین لڑکی موجود تھی جس نے بلیک سلک کا کافتان پہن رکھا تھا۔ڈائے شدہ بالوں کو کھلا چھوڑا گیا تھا اور چہرہ میک اپ سے مزین تھا۔اظہر شیرازی بار بار اس کی جانب متوجہ ہوتے۔ان کی عمر لگ بھگ چالیس پچاس کے قریب تھی۔وہ پینٹ کوٹ میں ملبوس اپنی عمر سے کم دکھتے تھے۔وہ ساتھ بیٹھی لڑکی کو گہری مسکراہٹ سے

دیکھ رہے تھے۔جب ان کا فون زور زور سے تھرتھرانے لگا جس پر لکھا آرہا تھا

وائف کالنگ۔انھوں نے کوفت بھری نگاہوں سے فون دیکھا اور کاٹ دیا۔اور

دوبارہ اسی کو توجہ کا مرکز بنانا چاہا پر فون دوبارہ سے بجنے لگا۔

اف۔ان کے چہرے پر بل پڑے۔سخت ناگواری سے انھوں نے فون اٹھایا۔

اور کانوں میں پڑتی آواز نے ان کے ہوش اڑا دیے تھے۔ان کی بیوی نے انھیں

اطلاع دی ان کی ریڑھ کی ہڈی میں سنسنی خیز لہر دوڑ گئی۔وہ فوراً اپنی نشست سے

اٹھے اور عجلت میں بیرونی دروازے کی طرف بڑھے۔دوسری جانب سے آتی آواز

انکی سانسیں روک لینے کے لیے کافی تھی۔پریشانی سے اظہر شیرازی کا چہرہ لال پیلا

پر رہا تھا۔

وہ کال سن رہے تھے جب انھیں کسی پرائیوٹ نمبر سے چند تصاویر موصول ہوئی۔

وہ جو اپنی گاڑی کی جانب بڑھ رہے تھے وہیں برف کا مجسمہ بن گئے۔آنکھوں کے

سامنے سایہ سا لہرایا۔ان کا سر چکرانے لگا تھا۔وہ اپنے پاوں پر وزن برقرار نہیں رکھ

پا رہے تھے

وہ کسی لڑکی کی ابتر حالت میں کھینچی گئی تصاویر تھیں۔ جس کے جسم سے جگہ جگہ کپڑے پھٹے تھے اور زخم نمایاں تھے۔ وہ اور کوئی نہیں انکی اپنی بیٹی تھی۔

وہ چٹان کی مانند مرد اپنی بیٹی کو یوں دیکھتے ہی سر پکڑے زمین پر ڈھنے لگا تھا۔

اظہر شیرازی نے اپنی تمام تر قوت اور اثر ورسوخ استعمال کر لیے تھے انھوں نے ہر ممکن کوشش کی تھی۔ اپنی بیٹی کو ٹریس کرنے کی ان لوگوں سے رابطہ کرنے کی پر سب بے سدھ تھا۔ آج انھیں احساس ہوا تھا کہ انسان کے پاس بھی محدود طاقت ہوتی ہے چاہے وہ ملک کا وزیراعظم ہو یا آرمی چیف ہو یا پھر جج۔ وہ خدا نہیں ہوتا۔ اللہ دنیا کے خداؤں کو ویسی چوٹ پہچاتا ہے جس کا مرہم دنیا والوں کے پاس نہیں ہوتا۔ جب اللہ آپ کے ساتھ نہیں ہوتا نا جب اللہ آپ کا مددگار نہیں ہوتا پھر چاہے آپ وقت کے فرعونوں کے ساتھ ہو یا قارون جیسے خزانوں کے مالک آپ کا

مقدر ڈوبنا ہی ہے۔

وہ تھکے ہارے گھر پہنچے تھے۔گھر نیم اندھیرے میں تھا۔چند پیلی بتیوں نے ان کے ولا کو تھوڑا بہت روشن کرر کھا تھا۔پورے گھر میں یاسیت چھائی ہوئی تھی۔وہ اندر داخل ہو رہے تھے۔گھر ویران پڑا تھا۔اس وقت ان کا ذہن ماوف ہو چکا تھا۔جب انھیں اپنا سر بھی گھومتا محسوس ہوا۔وہ اپنے سامنے کھڑی لڑکی کو دھندلاتی نظروں سے دیکھ رہے تھے۔وہ کون تھی؟کیا وہ انکی بیٹی تھی؟عنایہ؟وہ اس کی اور بڑھنے ہی لگے تھے کہ بے ہوشی نے فتح حاصل کرلی تھی۔وہ زمین پہ جا گرے تھے۔

"چچ چچ چچ۔۔۔۔میں تو تمہیں بہت قابل سمجھتی تھی اظہر شیرازی مجھے نہیں پتہ تھا تم اتنے کند ذہن اور جاہل ہو گے۔"کوئی سایہ سا اظہر شیرازی کے سامنے ٹہل رہا تھا۔

اظہر شیرازی کا چہرہ پسینے سے شرابور تھا۔وہ اپنے ہی گھر میں بندھے ہوئے تھے۔ ان کے منہ پہ ٹیپ لگی تھی۔ہاتھ پاوں کرسی کے ساتھ بندھے تھے۔ان کے کمرے میں نہ ہونے کے برابر روشنی تھی پر کانوں میں پڑتی آواز سے وہ بخوبی پہچان گئے تھے کہ ان کے سامنے کون ہے۔

"تم یقین کرو تم مجھے کرائے کے جج لگتے ہو جسے بیس سالہ کام کرنے کے بعد بھی ایک ایڈٹ کردہ تصویر کی پہچان نہیں کرنی آئی۔ چچ چچ چچ۔۔۔۔افسوس"

اظہر شیرازی منہ ہی منہ میں بربرا رہے تھے۔وہ اپنی جان بخشی چاہتے تھے۔

نحل اپنی شیرنی جیسی نگاہیں لیے ان کے سامنے بیٹھ گئی۔"کیسا لگا پھر؟ہاں ؟اپنی بیٹی کو اس حال میں دیکھ کر جس حال میں بتھیروں کی بیٹیاں دیکھی ہے تم نے۔جن پر کی گئی زیادتیوں کو تم نے جھوٹا قرار دیا ہے بہت بار۔کچھ لمحے کے لیے تو سوچا ہوگا کہ ایسے گندے اعمال نہ کیے ہوتے۔"

نحل مصنوعی سنجیدہ چہرہ بنائے کہہ رہی تھی۔

"میرا مقصد تم جیسے شریف انسان کو تکلیف دینا بالکل نہیں تھا اور میں۔۔۔میں ایک عام وکیل تمہارا آخر کیا ہی بگاڑ سکتی ہو زیادہ سے زیادہ تمہاری بیٹی کی اصل میں وہ حالت کر سکتی ہو؟

نہیں؟ میں ایسی تھوڑی ہوں؟"

انکی آنکھوں میں خوف تھا جو نحل کی موجودگی سے آیا تھا۔"وہ کہتے ہیں نا عصمت ہر عورت کو پیاری ہوتی ہے پر جو عورت ایک بار اس کو بھی داو لگا دے تو اس سے بہترین مقابلے باز کوئی نہیں ہوتی۔ پھر چاہے دنیا کی کوئی بھی طاقت اس کے مد مقابل کیوں نا کھڑی ہو وہ اسے ہرانے کی جسارت رکھتی ہے۔ نحل بھی ایسی عورت تھی۔اس نے حق اور باطل کی جنگ میں اپنی عصمت داو لگائی تھی۔ سوات کے برفیلے علاقے میں موت کو اپنی انگشت سے بھی زیادہ قریب پایا تھا۔اور تب وہ، وہ بنی تھی جو وہ ابھی ہے۔ایک فولادی طاقت جو کٹ کر ختم ہو سکتی تھی پر اپنے آپ کو اس سے آگے پیچھے نہیں کر سکتی تھی۔

اس نے انکے منہ سے ٹیپ اتاری تھی۔

"سمجھ رہے ہو کیا کہہ رہی ہوں میں؟" وہ چلائی

جج اظہر شیرازی کی گردن ہاں میں ہلی تھی۔

"میں بھلا کیوں آئی تھی۔۔۔۔۔ہاں سچ تمہیں یاد دلانے کے کل پیشی ہے اور مجھے اس سماعت میں عالیان ہر حال میں اندر چاہیے۔ گیٹ اٹ؟

بیٹی چاہیے نا اپنی واپس؟"

جج کی گردن پھر ہاں میں ہلی۔

"گڈ بوائے۔"

نحل جانے کے لیے اٹھ کھڑی ہوئی۔ "اور ہاں ویسے تو میں نے تم جیسے بیوقوف جج کے لیے کوئی ثبوت نہیں چھوڑا پر پھر بھی اگر تمہیں کسی قسم کا کیڑا الڑا تو یاد رکھنا مجھے کوئی فرق نہیں پڑے گا۔۔۔۔۔۔پر تمہیں فرق ضرور پڑے گا۔"

گزشتہ شب کی بارش کے بعد صبح کا سورج اپنی کرنوں سے ایک روشن دن عنایت کر رہا تھا۔ جس سے سرد موسم اپنے جانے کی اطلاع دے رہا تھا۔ رات اپنے گھروں کی اور بڑھتے لوگ اب کاموں میں مشغول تھے ایسے میں پشاور ہائی کورٹ میں معمول کی گہما گہمی تھی۔ ہر طرف وکلا کی بھرمار تھی۔ کوئی کہی بحث ومباحثے میں مصروف تھا تو کوئی کسی پریشانی میں مبتلا تھا۔ جب کہ کمرہ عدالت میں ماہین اور عالیان کے کیس کی سماعت شروع ہوئی۔ نحل کو دیکھتے ہی بہت سے چہرے ہکا بکا رہ گئے تھے پر وہ کیا کہتے ہے نا کہ جسے اللہ رکھے اسے کون چکھے۔۔۔۔۔

اور وہیں کچھ چہروں پر امید کی کرن پھیلی تھی۔

سماعت شروع ہو گئی تھی۔ نحل نے مختلف گواہان کے ساتھ ساتھ ڈی این اے رپورٹس بھی عدالت میں پیش کی تھیں۔ مخالف سمت سے کیا گیا ہر ایک اوبجیکشن جج نے رد کیا تھا۔ آج نحل کے چہرے پہ فاتحانہ مسکراہٹ تھی اور عالیان وہ چبھتی نگاہوں سے صرف نحل کو دیکھ رہا تھا پر اس کا چہرہ مطمئن تھا جیسے وہ جانتا تھا کہ کچھ

بھی ہو جائے وہ کیس ہار بھی جائے تو بھی اسے کوئی کچھ نہیں کہنے لگا۔اسے یقین تھا وہ چار دن میں باہر آجائے گا۔ نحل عالیان کی نگاہوں کا مرکز تھی جب جج نے کہا عدالت ملزم عالیان خانزادہ کو آرٹیکل 376 کے تحت اس جرم پہ دس سال قید بامشقت سناتی ہے اور ساتھ ہی ساتھ ماہین شافی کو ہر جرم سے بری الزمہ قرار دیتی ہے۔

پر اسی وقت نحل بھی جانتی تھی کہ عالیان خانزادہ پھر آسکتا ہے کبھی بھی اس کی زندگی میں کالا سایہ بن کر پر وہ نحل ڈرتی نہیں تھی۔

نحل اپنے چیمبر میں بیٹھی تھی اس کا چہرہ کھڑکی کی جانب تھا۔وہ باہر سے آتی دھوپ اور گرم ہوا کو اپنے اندر سرایت کرتا محسوس کر رہی تھی۔اس کے چہرے پہ سنجیدگی نمایاں تھی۔پر اس کی آنکھوں میں کرب تھا وہ اپنی گہری سوچوں میں تھی جب دروازے پر دستک ہوئی۔

www.novelsclubb.com

ماہین اندر داخل ہوئی۔ وہ سلام کرتی نحل کے سامنے بیٹھ گئی۔

ماہین کو دیکھتے ہی نحل کے کانوں میں ایک ہی آواز گونجنے لگتی تھی کہ جس پہ گزرتی ہے وہی جانتا ہے۔ نحل کی آنکھوں میں لالی در آئی۔

ماہین اس کا شکریہ ادا کر رہی تھی پر نحل جیسے اس کی باتوں سے بے نیاز تھی۔

ماہین کچھ کہہ رہی تھی جب نحل نے اس کی بات کاٹ دی اور بولی

تمہیں پتہ ہے؟ تم میں اور مجھ میں کیا فرق ہے؟

جی؟ ماہین نے نا سمجھی سے نحل کو دیکھا

تم نے کہا تھا جس پہ گزرتی ہے وہ جانتا ہے۔ تو آج میں جانتی ہو۔ ہماری حالت ایک سی ہو گی پر نظریہ ایک نہیں ہو گا۔ تم پر ظلم ہوا پر تم خود سب سے بڑی ظالم ہو۔ تم ساری زندگی خود کو کوسو گی، اس لمحے کو برا بھلا سوچو گی، خود سے نفرت بھی کر لو گی۔ اور یہ سارا ظلم تم خود کماؤ گی۔ تم روتی رہو گی کاش ایسا نہ ہوتا۔ لوگوں کے ظلم بعد میں آتے ہیں۔ پہلے انسان کا اپنا نفس آتا ہے۔ جو سب سے بڑا ظالم ہے۔ وہ

بھرتے زخموں کو ایک دن یونہی کرید دے گا اور کہے گا کہ تم انہی غموں میں الجھے رہو یہاں تک کہ مر جاو۔ وہ ہر کوشش کو رد کر دے گا۔ انسان اپنے لیے خود سب سے بڑا ظالم ہے۔

پر میں نحل ایسا نہیں کرو گی۔ میں شہد کی مکھی بنو گی جو گند پر نہیں بیٹھتی۔ میں کیونکر کہو کہ میری عزت نہیں رہی جب کہ میں نے ایسا کوئی گناہ نہیں کیا۔ مجھے لوگ جو بھی کہے پر میرا اللہ لوگوں سا نہیں ہے۔ میں یہ نہیں کہو گی کہ میرے ساتھ یہ کیوں ہو گیا کیوں نہیں۔ اللہ نے نصیب کیا نا؟ تو پھر کیا رونا اللہ گزارنا چاہتا تھا اس چیز سے اور میں گزری اور میں وہ بنی جو شاید کبھی نہیں بنتی۔ میں آج وہ نحل بنی ہو جسے کسی کا خوف نہیں۔

تم ساری زندگی ڈر میں گزارو گی کہ پھر کبھی کہیں شاید کوئی اور عالیان تمہاری زندگی میں نہ آجائے۔ تم جہاں جاو گی تمہیں لگے گا کوئی تمہیں نقصان پہنچا دے گا۔

پر میں ایسا نہیں کرو گی میں نے اپنی زندگی میں ایک چیز سیکھی ہے۔

"لاتخاف "اس کا معنی جانتی ہو تم؟ نحل کرسی سے اٹھ کھڑی ہوئی وہ اس کے ارد گرد چکر کاٹ رہی تھی۔

اس کا مطلب ہوتا ہے "نہیں خوف کرو"۔

ہر وہ چیز جس سے تم ڈرتی ہو وہ تم سے بڑی نہیں ہے۔وہ کوئی دوسرا انسان کوئی دوسری سازش یا کوئی دوسرا مسلہ ہی کیوں نہ ہو وہ مجھ نحل سے بڑا نہیں ہے۔ مجھ سے بڑا صرف میرا رب ہے۔اور جو خدا کے سوا کسی اور کے آگے جھکتے ہیں نا وہ اتنی نیچے گرتے ہیں کہ دوبارہ اپنے قدموں پہ کھڑا ہونے کے لیے بھی اوروں کے سہارے ڈھونڈتے پھرتے ہیں۔ہم عورتوں کو بچپن سے ڈرایا جاتا ہے کبھی بولنے سے کبھی انسانوں سے کبھی اپنے من پسند کاموں سے ہر چیز میں روک ٹوک اور ڈر دیکھایا جاتا ہے۔اور تب ہم جیسی کمزور عورتیں جنم لیتی ہیں جو دل اور کردار دونوں کی مضبوط نہیں ہوتیں اور گھٹ گھٹ کے ماردی جاتی ہیں۔پر میری بات یاد رکھنا تم جس چیز سے جتنا ڈرو گی وہ تمہیں اتنا ہی ڈرائے گی۔اپنی زندگی کے ہر موڑ پر یاد رکھنا

"لاتخاف"

ختم شدہ

www.novelsclubb.com